بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيراً۔ أَمَّا بَعْدُ:

062: باب 29- حصہ دوم- ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

[حدیث (بخاری: 1038)، آیت (الواقعۃ: 75-82)]

كتاب التوحيد الذي هو حق الله على العبيد للامام العلامہ الشیخ محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم کتاب کی شرح کا درس جاری ہے اور پچھلے درس میں ہم بات کر رہے تھے "باب ما جاء في الإستسقاء بالانواء" بارش اور ستاروں کے متعلق ہم بات کر رہے تھے اور بعض اہم باتیں بیان کی ہیں آج کی اس نشست میں درس کو آگے بڑھاتے ہوئے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وَلَهُمَا عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الجهنى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ"، "لَهُمَا" (یعنی اُن دونوں نے روایت کیا)۔ اور جب شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں یوں بیان کریں "لَهُمَا" تو آپ جان لیں کہ بخاری، مسلم ہے۔

کتاب التوحید میں جب "فِي الصَّحِيحِ" یعنی صحیح بخاری، "لَهُمَا" یعنی بخاری، مسلم۔ "عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الجهُنِي" معروف اور مشہور صحابی ہیں اُن کی وفات سن 68ھ میں ہوئی فرماتے ہیں "قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ" (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر رات بارش ہونے کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی "صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ") "عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ" (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) "فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" (کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ربّ نے کیا فرمایا ہے؟) "قَالُوا" (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی) "اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ" (اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں) "قَالَ" (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) "قَالَ" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یہ حدیث قدسی ہے)) "أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض نے مجھ پر ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں) "فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ" (اُن میں سے جنھوں نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ میرے مومن ہیں اور ستاروں کے کافر) "وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

وَكَذَا،فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ"(اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر بارش ستاروں کی وجہ سے برسی ہے وہ میرے کافر ہوئے اور ستاروں پر ایمان لائے)۔

اس حدیث مبارکہ میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عظیم صحابی ہمیں خبر دے رہے ہیں کہ (ایک مرتبہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کی جگہ پر)۔اور حدیبیہ آپ جانتے ہیں کہ وہ جگہ ہے جہاں پر آج جدہ کی چیک پوسٹ ہے مکہ جاتے ہوئے اسے شمیسی کہتے ہیں، یہ حدیبیہ ہے،تاریخ میں یا احادیث میں اس کا نام حدیبیہ تھا(اس جگہ کا نام)اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر حرم کی حدود کا آغاز ہوتا ہے،یعنی حدیبیہ حرم سے باہر ہے اب حدیبیہ کے فوراً بعد حرم کی حدود شروع ہو جاتی ہے۔

سن 6ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کی طرف گئے عمرے کی نیت سے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ عمرہ کر رہے ہیں تو صحابہ کرام کو جب خبر دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہوئے کہ کئی سال گزر گئے،اب چھ سال گزر گئے کعبہ کو دیکھا نہیں ہے۔جب سے ہجرت ہوئی ہے صحابہ کرام ترستے تھے طواف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا گھر دیکھنے کے لیے۔تو جب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ عمرہ کر رہے ہیں(اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے خواب سچے ہوتے ہیں،وحی کا ایک ذریعہ خواب بھی ہے نبی کے لیے یاد رکھیں۔اس کی دلیل آپ جانتے ہیں؟سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں،تو بیٹا بھی جانتا تھا اور باپ بھی جانتا تھا کہ وحی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے،تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے خواب وحی ہوتے ہیں)۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چودہ سو کے قافلے سے روانہ ہوتے ہیں مدینہ سے مکہ کی طرف عمرے کی غرض سے عمرے کی نیت سے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے کر جاتے ہیں تاکہ کافر جو دشمن ہیں(مشرکین مکہ جو ہیں)وہ یہ نہ سمجھیں کہ جنگ کے لیے آئے ہیں(اور مشرکین مکہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے،مشرک بھی تھے لیکن تعظیم اللہ کے گھر کی کرتے تھے اور جو جانور اللہ تعالیٰ کے گھر کے گھر کی طرف جاتا تھا قربانی کے لیے اس کی بھی تعظیم کرتے تھے)۔تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حکمت عملی تھی کہ اب ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے ہم تو قربانی کے جانور ساتھ لے کر آئے ہیں اب ہم جنگ نہیں کرنا چاہتے یہ پیغام تھا ان کے لیے کیونکہ اس سے پہلے جنگ بدر گزری ہے،جنگ اُحد گزری ہے،جنگ احزاب گزری ہے اُس میں اللہ تعالیٰ نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامیابی عطا فرمائی ہے اور کافر تو اُبل رہے تھے(مشرکین عرب)بدلہ لینے کے لیے،اب ایسے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ عمرہ کرنا ہے،سبحان اللہ۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرے کے لیے جاتے ہیں لیکن مشرکین جو ہیں وہ روک دیتے ہیں حدیبیہ کے مقام پر اور عمرہ نہیں کرنے دیتے۔ لمبا قصہ ہے الغرض عمرے سے روک دیا جاتا ہے اور وہاں پر ایک عہد ہوتا ہے صلح نامہ ہوتا ہے ایک معاہدہ ہوتا ہے ایک طرف پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دوسری طرف مشرکین عرب ہیں اور وہ معاہدہ لکھا جاتا ہے، آج بھی احادیث کی کتابوں میں یہ معاہدہ موجود ہے صلح الحدیبیہ کے نام سے اور اس میں بہت ہی کٹھن شرطیں تھیں، کٹھن شرطیں تھیں مسلمانوں پر اُن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر مسلمان شرک کا راستہ اپنانا چاہے تو واپس نہیں جائے گا، مدینہ کی طرف لیکن اگر کوئی مشرک اسلام قبول کرلے تو اسے واپس مکہ آنا پڑے گا۔

عجیب سی بات ہے! ظاہراً تو ذلت نظر آتی ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اسی ظاہر کو دیکھ کر بعض صحابیوں کو بھی تعجب ہوا اُن میں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے عرض کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم حق پر نہیں ہیں وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''جی ہاں! ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں''۔ کیا غلبہ حق کا نہیں ہوتا؟! تو ہم کیوں اپنا سر جھکائیں ان کے سامنے کیوں ذلت کا راستہ ہم اختیار کریں؟! نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''میں اللہ تعالی کا رسول ہوں اور اللہ تعالی مجھے کامیاب ضرور کرے گا''۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف جاتے ہیں یہی بات کرتے ہیں کہ کیا ہم حق پر نہیں وہ باطل پر نہیں (یعنی سفارش کریں تھوڑی سی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑا نظر ثانی تو کریں ہو سکتا ہے کہ آپ کی بات مان لیں) ہم آئے کیوں ہیں؟! اور یاد رکھیں اس سے پہلے بیعت رضوان بھی ہو چکی ہے درخت کے نیچے کہ ہم جان دینے کے لیے تیار ہیں اور جان دیں گے تو جنت ہے ناں تو پھر کیوں ایسی شرطیں ہم مانیں؟! زندہ ہیں تو عزت کے ساتھ مریں گے تو جنت میں لیکن یہ راستہ کیوں اپنایا جا رہا ہے؟! سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہی بات فرمائی کہ وہ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کو ضرور کامیاب کرے گا۔ سبحان اللہ۔

اسی موقع پر سیدنا اَبو جندل رضی اللہ عنہ آتے ہیں سہیل بن عمرو کے بیٹے ہیں، سہیل بن عمرو معاہدہ لکھ رہے ہیں، بیٹا مسلمان ہوا ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہیں اور جسم پر کوڑے کے نشان ہیں وہ روتا ہوا آیا ہے اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں کہ اب مجھے نجات مل گئی ہے اب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چودہ سو کا لشکر ہے میرے ساتھ اب یہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں آج میں اِن سے نجات حاصل کر کے رہوں گا (یہ خوشی لے کر آئے تھے)۔

ابھی وہاں پر عہد نامہ لکھنا شروع نہیں ہوا ابھی شرطیں ڈسکس (discuss) ہو رہی ہیں تو اَبو جندل رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور گھٹنوں کے بل گر جاتے ہیں ان کا باپ دیکھتا ہے ان کو مارتا ہے۔ بیٹا مسلمان ہوا باپ ابھی مسلمان نہیں ہوا باپ نے بیٹے کو قید کر

کے رکھا ہے اور اسے روزانہ مارتا ہے تاکہ وہ اس دین کو چھوڑ دے حق کو چھوڑ دے، ظلم کی انتہا دیکھیں! بیٹا چاہتا ہے کہ ایمان والی زندگی گزارے عزت والی زندگی گزارے اور باپ چاہتا ہے کہ نہیں تم اندھیرے میں رہو شرک اور بدعات اور خرافات میں رہو یہ ذلت کی زندگی بسر کرتے رہو مجھے منظور ہے۔ تعجب کی بات ہے!

تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ دیکھو سہیل، ابھی معاہدہ لکھا نہیں گیا شرطیں تو ہم نے منظور کر لی ہیں اسے چھوڑ دو (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں رحمت للعالمین ہیں اس کافر کے بیٹے پر رحم کر رہے ہیں اور اس کافر کو اپنے بیٹے پر رحم نہیں آرہا) تو اُس نے کہا نہیں معاہدہ ہو چکا ہے، لکھیں یا نہ لکھیں معاہدہ تو ہو چکا ہے یہ واپس نہیں جائے گا میں اسے تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "أجِزهُ لِی"((صحیح بخاری کی روایت ہے) صرف میرے لیے)۔

یعنی دوسرے لفظوں میں کہ مجھے تم لوگ صادق وامین کہتے تھے جاہلیت میں اسلام سے پہلے اگر میری عزت تمہاری نظروں میں ہے تو اسی کی وجہ سے میں تمہیں کہہ رہا ہوں صرف اِسے، ایک exception ہے اسی عہد نامے سے کہ اپنا بیٹا میرے حوالے کر دو میں اسے عزت دینا چاہتا ہوں اسے اس عذاب سے نکالنا چاہتا ہوں، اسے مشقت اور ذلت کی زندگی سے دور کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ کہتا ہے نہیں، نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں پر کھڑے تھے صحابہ کرام رو پڑے جب اس منظر کو دیکھا، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی جو میں نے ابھی بیان کی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہد نامہ لکھ رہے ہیں معاہدہ لکھا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال واپس چلے گئے کیونکہ معاہدے میں یہ تھا کہ اس سال میں آپ لوگ عمرہ نہیں کریں گے اگلے سال میں آپ لوگ آئیں گے ہم تین دن کے لیے مکہ شہر چھوڑ دیں گے حرم کو چھوڑ دیں گے تم لوگ اپنا عمرہ کر کے چلے جانا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے۔

تو اسی حدیبیہ کے موقعے پر جب نماز کا وقت ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے ؟ تھوڑا سا آگے جا کر حرم کی حدود میں جا کر نماز پڑھتے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے اور اس سے بعض علماء نے یہ اخذ کیا ہے کہ حرم کی حدود کے اندر ایک نماز جو ہے وہ ایک لاکھ کے برابر ہے اُس کے علاوہ۔

صرف حرم کی بات نہیں ہو رہی مسجد مکی کی بات نہیں ہو رہی بلکہ حرم کی حدود میں۔ اُن دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ آخر وجہ کیا تھی کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کی جگہ کو چھوڑ کر چند قدم آگے چل کر پورے صحابہ کرام یعنی چودہ سو کا لشکر لے کر اس جگہ پر نماز نہیں پڑھتے اگرچہ ساری زمین پاک ہے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

لیے مسجدًا وطھُورًا ہے لیکن آگے بڑھ کر نماز پڑھنے کی کوئی خاص وجہ تھی۔ وجہ کیا تھی؟ کہ وہاں پر جو نماز کا اجر ہے وہ یہاں پر نہیں ہے۔

اُس رات میں بارش ہوئی صبح جب نماز پڑھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہیں نماز پڑھنے کے بعد اپنا رُخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کرتے ہیں اور یہ سنت ہے امام کے لیے کہ جب وہ نماز سے فارغ ہو جائے اپنا رُخ مقتدیوں کی طرف کر لے۔ یعنی کتنی دیر بیٹھے گا؟ تین مرتبہ استغفار پڑھے گا "اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلامُ وَمِنْكَ السَّلامُ ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلالِ وَالإِكْرَامِ" پھر اپنا چہرہ جو ہے وہ مقتدیوں کی طرف کر لے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے ربّ نے کیا فرمایا ہے؟ دیکھیں "ربّ" "ربّ" کا لفظ جو ہے یہاں پر اس کی حکمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے لیکن بات جب ربوبیت کی آتی ہے تو اس کے پیچھے ایک راز ہوتا ہے کہ اس میں خالق، مالک، تدبیر کرنے والا، بارش کا مالک، نفع و نقصان کا مالک، زندگی و موت کا مالک، مشکل کشا حاجت روا، یہ سارا مفہوم پایا جاتا ہے۔

تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے ربّ نے کیا فرمایا ہے؟ جواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں "اللهُ وَرَسُولُهُ أَعلَمَ" (اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیارا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتا ہے)۔ تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (یعنی اسے کہتے ہیں حدیث قدسی، جو قرآن مجید کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اسے حدیث قدسی کہتے ہیں) کہ میرے بندوں میں سے اس صبح کے وقت دو قسم کے میرے بندے ہیں جن پر یہ صبح آئی ہے، پہلی قسم ایسے بندے ہیں جو مومن ہیں جو مجھ پر ایمان لے کر آئے اور تاروں کو جھٹلایا اور تاروں پر کفر کیا (کفر یعنی جھٹلایا) اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن کی صبح اس حالت میں ہوئی کہ انہوں نے کفر کیا اور تاروں کی تصدیق کی تاروں پر ایمان لے کر آئے)۔

آخر وہ کون سا عقیدہ تھا جس کی طرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ کر رہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو؟

بعض لوگوں کے نزدیک اور میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ جاہلیت کے امور میں سے تھا، مشرکین جو عرب تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ بارش تاروں کی وجہ سے آتی ہے، بارش تب برستی ہے جب تارے چاہتے ہیں جب تارے نہیں چاہتے برش نہیں برستی تو اصل مالک بارش کے تارے ہیں، تو جن لوگوں نے یہ عقیدہ رکھا ہے کہ بارش آئی ہے تاروں کی وجہ سے اس عقیدے سے تو وہ کافر ہے۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بارش کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن یہ تارے سبب ہیں۔ پہلی صورت کفر اکبر کی ہے دوسری صورت کفر اصغر کی ہے (شرک اصغر یا کفر اصغر)۔

تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی وضاحت فرمائی اور یہ فرمایا کہ تمہارا ربّ فرمارہا ہے جو بارش کا اصل مالک ہے وہ فرمارہا ہے، جو مشکل کشا اور حاجت روا ہے (میرے بھائی سب سے بڑی مشکل اور سب سے بڑی حاجت تب پیش آتی ہے جب قحط سالی ہوتی ہے اور پانی کی بوند نہیں ہوتی لیکن جب اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں تو یہ زمین بھی زندہ ہو جاتی ہے اور اس زمین کے اوپر ہر وہ چیز جو زندہ ہے جو مرنے والی تھی پانی کے بغیر وہ دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے اس میں دوبارہ سے رونق آجاتی ہے)۔ تو اس باطل عقیدے کو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ تفصیل میں پچھلے درس میں بیان کر چکا ہوں کہ کتنی قسمیں ہیں، ایک کفر اکبر ہے، دوسرا کفر اصغر اور تیسرا جو ہے وہ جائز ہے۔

جائز کب ہوتا ہے؟ جب یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ تارے خود مالک ہیں بارش کے اور یہ بھی نہ ہو کہ یہ سبب ہیں بلکہ یہ صرف یہ محض عقیدہ ہو یا نظریہ ہو کہ تارے جو ہیں وہ حرکت کرتے ہیں اور جب فلان تارا حرکت کر کے فلان جگہ پر جاتا ہے تو پھر بارش کے امکان ہوتے ہیں کیونکہ تارے علامات ہیں نشانیاں ہیں اور تجربے کی بنیاد پر بعض لوگ جانتے ہیں کہ جب یہ تارے ملتے ہیں تو ان کے اس ملنے سے اس حرکت سے موسم تبدیل نہیں ہوتا حرکت سے تبدیل نہیں ہوتا لیکن نشانی ہوتی ہے جب یہ تارے اس طریقے سے جاتے ہیں۔

جیسے سورج کو دیکھ لیں آپ (میں موٹی سی مثال دوں) جب سورج غروب ہو جاتا ہے موسم تبدیل ہوتا ہے کہ نہیں؟ سردی ہو جاتی ہے ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔ اور جب سورج درمیان میں ہوتا ہے تو گرمی ہوتی ہے کہ نہیں؟ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ سورج ہی مالک ہے گرمی کا سردی کا؟! نہیں، سورج تو ایک سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا ہی ایسے کیا ہے کہ اس کی حرکت سے ٹمپریچر بھی تبدیل ہوتا ہے۔ تو یہ عقیدہ رکھنا کوئی کفر ہے کیا؟ ہرگز نہیں، یہ تو نظریہ ہے یہ تو حق ہے۔

تو یہ تو بڑی مثالیں ہیں، اسی طریقے سے بڑے تارے جو ہیں اس طریقے سے ان کی حرکت سے بھی بارش جو ہے برستی ہے لیکن وہ مالک نہیں ہیں اس کے اللہ تعالیٰ چاہے تو اس حرکت سے بارش نہ آئے۔ پھر میں نے دوسری مثال دی کہ ڈاکٹر ہے وہ کیسے بتاتا ہے کہ فلان مریض کو ٹی بی ہے؟ کیسے پتہ چلتا ہے علم غیب جانتا ہے کیا؟ تو اس کی بعض علامات ہوتی ہیں وہ دیکھ لیتا ہے اور بتاتا ہے کہ اسے ٹی بی ہے۔ اب علامات کی وجہ سے ٹی بی نہیں ہوئی ٹی بی کی وجہ سے علامات ہوئی ہیں، ہم اُلٹا سمجھتے ہیں یہ مسئلہ ہے ہمارا۔

اس حدیث میں جو اہم پیغام ہیں فوائد ہیں:

1۔ امام کے لیے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا رُخ کرے (امام کے لیے مستحب ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا رُخ کرے) فرض نمازوں کے بعد (باجماعت فرض ہی ہوتی ہے ناں) ساری نمازیں

جتنی بھی ہیں۔ یہ بات میں کیوں کہہ رہاہوں ؟ دیکھیں جو شرعی امور ہوتے ہیں بغیر دلیل کے ہم کر نہیں سکتے اگر یہ دلیل نہ ہوتی تو کوئی کسی امام کے لیے جائز نہ ہوتا کہ اپنا رُخ پھیر کر بیٹھ جائے مقتدیوں کی طرف۔ تو یہ حدیث دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص کہے بھئی امام کیوں رُخ پھیرتا ہے اپنا تو ہم یہ حدیث بیان کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا رُخ جو مقتدیوں کی طرف کر لیا تھا نماز کے فارغ ہونے کے بعد۔

2۔ علم میں شوق پیدا کرنے کے لیے (طلب علم میں شوق پیدا کرنے کے لیے) استجوابی طرز عمل مستحب ہے۔ استجوابی کیا مطلب ہے؟ کہ سوال پوچھ کر آپ کوئی چیز بتانا چاہتے ہیں طالب علم کو سوالیہ انداز میں۔

استجوابی یعنی سوالیہ انداز، سوالیہ انداز جو ہے مستحب ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا، کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ربّ نے کیا فرمایا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال پوچھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔

جب آپ سوال پوچھ کر کوئی چیز بتانا چاہتے ہیں تو اس کا اثر طالب علم کے دل ودماغ میں بہت گہرا ہوتا ہے اسے کافی دیر تک یاد رہتا ہے لیکن اگر آپ ویسے ہی خبر دے کر بتاتے ہیں تو اس کا اثر اتنا زیادہ نہیں ہوتا اور آپ خود ٹرائی کر کے دیکھیں اور جو تعلیم کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں وہ خود بہتر جانتے ہیں۔

3۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہترین معلم ہیں سب سے افضل استاد ہیں۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں کما یلیق بجلالہ سبحانہ وتعالیٰ، مخلوق کے کلام سے ہٹ کر بالکل۔ اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں کما یلیق بجلالہ سبحانہ وتعالیٰ، اللہ تعالیٰ بات کرتے ہیں کلام فرماتے ہیں۔

5۔ معطلہ کا رد، معطلہ (جہمی، معتزلی، اشاعرہ، ماتریدی) جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں، منکرین صفات کا رد۔

معطلہ کہتے ہیں منکرین صفات کو۔ منکرین صفات کو کیا کہتے ہیں عربی میں؟ معطلہ جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں یہ تین قسم کے ہیں:

ا۔ جہمی ہیں انہوں نے سارے کی سارے اسماء والصفات کا انکار کیا۔

۲۔ معتزلی ہیں انہوں نے اسماء کا اقرار کیا لیکن صفات کا انکار کیا۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے بغیر علم کے، سمیع ہے بغیر سمع کے، بصیر ہے، بغیر بصر کے، رحیم ہے بغیر رحمت کے۔ اب اس معمے کو وہی حل کر سکتے ہیں! سبحان اللہ۔

۳۔اشاعرہ،ماترید یہ جوہیں یہ دونوں ملتے جلتے ہیں تھوڑا سا فرق ہے ان کے بیچ میں انہوں نے اسماء کو ثابت کیا اور صفات میں سے صرف سات صفات کو ثابت کیا باقی کا انکار کیا۔ یہ بھی معطلہ میں شامل ہیں اور جن سات صفات کا اقرار کیا ہے ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کیونکہ عقل بھی اس کی گواہ ہے اس لیے ہم نے ان سات صفات کا اقرار کیا ہے ورنہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات نہ ہوتیں ان کا بھی ہم انکار کرتے، تو عقل کو مقدم کیا نقل پر (قرآن اور سنت پر)۔

6۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے بہترین شاگرد تھے۔

7۔اگر کسی چیز کا علم نہ ہو تو ادب یہ ہے کہا جائے کہ مجھے علم نہیں ہے۔اگر کسی چیز کا علم نہ ہو تو ادب یہ ہے یہ کہا جائے کہ میں نہیں جانتا ہوں یا مجھے علم نہیں ہے یہ طلب علم کا ادب ہے۔

8۔اللہ ورسولہ اعلم کہنے کی تفصیل ذرا جانیں کیونکہ حدیث میں کیا آیا ہے؟"اللهُ وَرَسُولُهُ أَعلَمَ"۔اللہ ورسولہ اعلم کہنے کا حکم کیا جائز ہے؟ اگر میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کو جواب نہیں آتا آپ مجھے جواب میں کیا کہیں گے اللہ ورسولہ اعلم یا اللہ اعلم؟اللہ اعلم۔ تو حدیث میں تو اللہ ورسولہ اعلم ہے حدیث کی کیوں آپ خلاف ورزی کرتے ہیں؟ اگر میں کہوں کہ میرے پاس دلیل ہے یہ حدیث دلیل ہے تو آپ کیا کہیں گے؟

یہ تب تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ اللہ ورسولہ اعلم۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد؟ آپ سے کوئی سوال پوچھ رہا ہے آپ کو جواب نہیں آتا آپ جواب میں کہتے ہیں اللہ اعلم یہ تو مسلمہ بات ہے ہم جانتے ہیں یہ کہنا مسنون ہے بلکہ یہ کہنا واجب ہے بعض اوقات کہ اللہ بہتر جانتا ہے میں نہیں جانتا لیکن یہ کہنا کہ اللہ ورسولہ اعلم جیسے بعض لوگ کہتے ہیں آج بھی کہتے ہیں بعض صوفی حضرات یہی کہتے ہیں جب آپ سوال پوچھتے ہیں کہتے ہیں اللہ ورسولہ اعلم۔ بھئی اللہ تو اعلم ہے یہ رسولہ کہاں سے؟! کہتے ہیں حدیث میں موجود ہے۔اب حدیث کو انہوں نے اپنی مرضی سے سمجھا ہے، یہ تب کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے حیات تھے۔

اچھا فرق کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اور وفات کے بعد کوئی فرق ہے؟ وحی نازل ہوتی ہے اور وحی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا ہے۔آپ صلی علیہ وآلہ وسلم کو علم کہاں سے آیا؟"هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر دے رہے ہیں کس کی طرف سے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے رہے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی

معلوم نہیں تھا جب تک اللہ تعالیٰ نے خبر نہیں دی۔ یہ خبر کیسے پہنچی ؟ وحی کے ذریعے سے اور وفات کے بعد وحی کے دروازے بند۔ وحی نازل ہوتی ہے وفات کے بعد؟ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

اور تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یوں کہا ہو ایک مرتبہ بھی اللہ ورسولہ أعلم، علم نہ ہوتا تو فرماتے اللہ أعلم اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم صحابہ کرام کے راستے کو اپنائیں "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے۔

چوتھے نمبر پر کہ امور دو قسم کے ہیں دینی امور میں شریعت کے امور میں اگر کوئی سوال ہے بعض علماء فرماتے ہیں آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ورسولہ أعلم کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت کو کامل کر کے گئے کہ نہیں؟ اور شریعت جو کامل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ نہیں جانتے تھے؟ پوری شریعت کو جانتے تھے، تب آپ یہ کہہ سکتے ہیں اللہ ورسولہ أعلم لیکن دنیاوی امور میں اللہ أعلم کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب مطلق نہ تھا اور جو لوگ کہتے ہیں اللہ ورسولہ أعلم ان کا یہ عقیدہ بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب مطلق عطا فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر وناظر ہیں اور یہ باطل عقیدہ ہے کفریہ عقیدہ ہے۔

سوال: بھائی کا یہ سوال ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے وحی کا دروازہ تو بند ہو گیا ہے لیکن کیا معجزہ بھی ختم ہو گیا ہے؟

جواب: جی ہاں معجزہ بھی ختم ہو گیا ہے ایک معجزہ باقی ہے قرآن مجید یہ معجزہ ہے باقی معجزات تو ختم ہو گئے ہیں۔ کرامات باقی ہیں اور کرامات کی تفصیل عقیدے کے درس میں آئے گی کہ کرامات کی حقیقت کیا ہے، اس کے ضوابط شرعیہ کیا ہیں، صحیح مفہوم کیا اور غلط مفہوم کیا ہے۔ میں مثالوں کے ساتھ ان شاءاللہ بیان کروں گا کہ کرامات موجود ہیں۔

معجزے اور کرامات میں یہ فرق ہے کہ دونوں چیزیں جو ہیں وہ عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں ہیں عقل کو عاجز کر دینے والی چیزیں ہیں اسے معجزہ کہا جاتا ہے انسان کی عقل عاجز ہو جاتی ہے کہ چاند دو ٹکڑوں میں ہو گیا۔ عقل عاجز ہوتی ہے کہ نہیں حیران ہوتی ہے کہ نہیں کہ یہ کیسے ہو گیا! نہ تو سائنس یہ پروف کر سکتی ہے اور نہ کسی عقلمند کی عقل اس کو پروف کر سکتی ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے! تو عقل عاجز ہو گئی ہے اسے کہتے ہیں معجزہ۔

معجزے کا لفظ جو ہے یاد رکھیں قرآن اور سنت میں نہیں ہے قرآن اور سنت میں جو لفظ ہے وہ آیت کا لفظ ہے لیکن لوگوں کو اس لیے ہم معجزہ کہتے ہیں کیونکہ لوگ سمجھتے معجزے کو ہیں اور بہت سارے بعض الفاظ ہیں جو تبدیل ہوئے ہیں ہم اگر استعمال

کرتے ہیں تو لوگوں کو سمجھانے کے لیے کرتے ہیں اگرچہ وہ غلط ہیں۔ آیت، قرآن مجید میں آیت ہے کہیں پر دکھائیں معجزہ کہاں پر ہے؟ آیات ہیں۔

اسی طریقے سے ایک دوسری بات ہے بعض لوگ پریشان ہو جائیں گے اب "المدینۃ المنورۃ" کہتے ہیں کہ نہیں مدینۃ منورۃ؟ اصل لفظ جانتے ہیں کیا تھا؟ "المدینۃ النبویۃ" مسجد نبوی یا مدینہ نبویہ تھا، طیبہ تھا یہ نام موجود تھے لیکن جب صوفیوں کا زمانہ آیا انہوں نے مدینہ منورہ کہہ دیا اور ان کا یہ عقیدہ تھا جنہوں نے یہ نام رکھا ہے کہ مسجد نبوی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے نور نکلتا ہے جو آسمان کی طرف جاتا ہے اور جو راہ بھٹکے ہوتے ہیں جو حج کے لیے آتے ہیں اس نور کو دیکھ کر مدینے کی طرف آتے ہیں اس لیے نام جو ہے مدینہ منورہ ہو گیا ہے۔

دسویں صدی تک اس کا وجود نہ تھا مدینہ منورہ کا کتاب کھول کر کوئی دیکھ لیں دسویں صدی سے پہلے مدینہ منورہ کا نام نہیں ہے مدینہ نبویہ، مدینہ طیبہ ہے یا طیبہ کا نام ہے گیارہویں صدی سے شروع ہوا مدینہ منورہ۔

بعض لوگ کہتے ہیں "یہ گستاخ رسول ہیں یہ مدینہ منورہ کا نام بھی تبدیل کرنا چاہتے ہیں"۔ بھئی نام ہم نہیں تبدیل کرنا چاہتے جو نام آپ لوگوں نے تبدیل کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ وہی نام رکھیں جو اصل میں موجود تھا جو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھا، آپ کوئی حدیث کی کتاب اٹھا کر دکھا دیں کہیں پر ہو المدینۃ المنورۃ۔ حدیث کی کتابیں موجود ہیں کہ نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال موجود ہیں کہ نہیں؟ یہ سارے محفوظ ہیں، ایک صحیح سند کے ساتھ دکھا دیں نہیں ملے گا آپ کو۔ تاریخ کی کتاب اٹھا کر دیکھیں آپ کہیں پر بھی آپ کو مدینہ منورہ نہیں مدینہ طیبہ یا مدینہ نبویہ ملے گا۔

تیسری بات ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے صحیح سند کے ساتھ وہ فرماتے ہیں "جب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو مدینہ روشن ہو گیا نور سے بھر گیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو مدینے پر اندھیرا چھا گیا"۔ یہ صحابی کا فرمان ہے۔

جو نور موجود ہے مدینے میں وہ توحید اور سنت کا نور ہے یہ ہم جانتے ہیں وہ دیکھنے والا حسّی نور نہیں جیسا کہ یہ ٹیوب لائٹ جل رہی ہے جیسا کہ باہر سورج کی روشنی ہے، یہ مطلب نہیں ہے اس نور کا۔ ہم مانتے ہیں کہ توحید کا نور ہے سنت کا نور ہے مدینے سے ہی نکلا ہے یہ حق بات ہے لیکن اس کو ایک معنوی نور نہیں بلکہ ایک حسّی نور بیان کر کے ایک ظاہر نور لوگوں کو آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل میں جانتے ہیں کیا ہیں؟! عقیدہ کیا تھا اصل میں؟ کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر نہیں نور ہیں وہ نور اب قبر سے نکل کر آسمان کی طرف جا رہا ہے، اس لیے پھر مدینے کا نام بھی تبدیل کیا۔

آج جب ہم حق کی بات کرتے ہیں تو جاہل لوگ کہتے ہیں"، کہ دیکھیں یہ گستاخ رسول ہیں انہوں نے کچھ چھوڑا نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں یہ لوگ کہتے ہیں (یعنی دشمنی کی انتہا دیکھیں) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین جو ہیں وہ جہنم میں ہیں کافر تھے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ مدینے کا نام تبدیل کر کے مدینہ منورہ نہ رکھیں مدینہ طیبہ رکھیں یا مدینہ نبویہ رکھیں یہ تو گستاخ رسول ہیں"۔اور جاہل لوگ اُن کی باتیں سن رہے ہیں!

میرے بھائی بغیر علم کی بنیاد کے بغیر دلیل کے ہمارے علماء بات نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی شخص ثابت کر دے کہ دسویں صدی سے پہلے بھی مدینہ منورہ کا نام استعمال ہوتا ہے تو ہم بھی کہیں گے لیکن آج ہم باتوں میں بعض اوقات کہتے ہیں مدینہ نبویہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں جیسے کہ معجزے کا لفظ آج لوگوں کے بیچ میں کیسے مشہور اور رائج ہے میں آیت لاؤں گا تو کہیں گے کہ پتہ نہیں قرآن مجید کی آیت کی بات کر رہا ہے یہ کون سی آیت کی بات کر رہا ہے!

یہ چند مفاہیم ہیں جو میں وضاحت کرنا چاہتا تھا، میں یہ کہوں گا کہ طالب علم کو چاہیے کہ مدینہ طیبہ کہے بہتر یہ ہے مدینہ طیبہ کہا جائے اور سمجھانے کے لیے مدینہ منورہ بھی کہہ سکتے ہیں اگر کوئی اختلاف کرے تو جھگڑنا نہیں اس معاملے میں، ٹھیک ہے جی ٹھیک ہے یہ جھگڑنے کی بات نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ تو موجود ہے اور مکہ مکرمہ کے پیچھے کوئی باطل عقیدہ چھپا ہوا نہیں ہے لیکن مدینہ منورہ میں منورہ کے لفظ کے اندر باطل عقیدہ چھپا ہوا ہے بعض صوفیوں کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر نہیں نور ہیں، اب اس باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے نام بھی تبدیل کر دیا اس طریقے سے۔

9۔ کفر کی اقسام کو جاننا کہ کفر اکبر ہوتا ہے کفر اصغر بھی ہوتا ہے، یہاں پر جو کفر کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ کفر اکبر تب ہوتا ہے جب کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ تارے ہی بارش کے مالک ہیں یہ کفر ہے اور کفر اصغر تب ہوتا ہے جب یہ کہا جائے کہ نعمت جو ہے (بارش نعمت ہے سب سے بڑی نعمت ہے) بارش جو ہے وہ تاروں کی حرکت سے آئی ہے سبب تارے ہیں یہ کفر اصغر ہے۔

10۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صفت کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

11۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کسی اور کی طرف منسوب کرنا کفر ہے اسے کفر اصغر کہتے ہیں کہ بارش فلان تارے کی وجہ سے آئی ہے۔ جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فلان شخص نہ ہوتا تو آج میں بھوکا مر جاتا یعنی رزق فلان شخص دیتا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا درست

نہیں ہے میرے بھائیو رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے سبب اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اس کی تفصیل آگے کے ابواب میں آئے گی ان شاء اللہ۔

12- یہ کہنا کہ فلاں تارے کی وجہ سے بارش آئی ہے حرام ہے شرعاً، یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے عقیدہ بھی جائز نہیں ہے اور زبان سے کہنا بھی جائز نہیں ہے۔

13- عربی زبان میں لفظ سماء جو ہے وہ آسمان کو بھی کہا جاتا ہے اور بارش کو بھی کہا جاتا ہے، دیکھیں لفظ ایک ہے۔ عربی زبان میں السماء کے دو مفہوم ہیں دو معنی ہیں ایک تو آسمان دوسرا معنی ہے بارش، بارش کو بھی السماء کہا جاتا ہے عربی زبان میں۔

14- بندگی کی دو قسمیں ہیں، العبودية دو قسمیں ہیں، ایک تو عام بندگی جس میں کافر بھی شامل ہیں۔ کافر اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں کہ نہیں؟ اللہ کے بندے ہیں چاہے وہ مانیں یا نہ مانیں اسے کہتے ہیں "العبودية القهرية القسرية" پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی غلام ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کا غلام ہے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے۔

دوسری قسم ہے خاص عبودیت، خاص غلامی، یہ مومنوں کے لیے ہے یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔

تیسری قسم بھی ہے وہ خاص الخاص ہے جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے ہے اور مرسلین کے لیے ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں ان جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔

15- مصطلح الحدیث میں ایک فائدہ ہے اسے کہتے ہیں ضبط الراوی کہ راوی کو حدیث اتنی یاد ہے کہ جگہ کا نام بھی بیان کیا ہے کہ فلاں جگہ تھی جب یہ معاملہ ہوا "بِالْحُدَيْبِيَةِ" اسے کہتے ہیں کہ راوی نے صرف روایت کو یاد نہیں کیا بلکہ روایت کے متعلق جو بھی چیزیں تھیں، بارش تھی، جگہ کون سی تھی کیا تھا، اس کو بھی یاد کر لیا ہے اسے کہتے ہیں ضبط الراوی۔

16- کفر کا خطرہ ہمیشہ موجود ہے اور مومن کو چاہیے کہ اس سے بچ کر رہے۔

17- بعض اوقات ایک لفظ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے، ایک کلمے سے۔ کیسے ہلاک ہوئے بعض لوگوں نے کیا کہا؟ کہ فلاں تاروں کی وجہ سے بارش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ کہ وہ کافر ہیں۔

دیکھیں ایک قول ان کے نزدیک چھوٹا سا قول ہے اگر وہ نہ کہتے تو اچھا نہ تھا! اگر گونگے ہوتے تو اچھا نہ تھا! لیکن بعض اوقات ایک کلمے کی وجہ سے ایک لفظ کی وجہ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے منہ سے اپنی زبان سے ایک کلمہ کہتا ہے وہ اسے ستر سال دور کر دیتی ہے جہنم کی تہہ میں ایک کلمے کی وجہ سے۔

یہ کون سے کلمات ہیں جانتے ہیں؟ یہ کفریہ الفاظ ہیں، یہ شرکیہ الفاظ ہیں جو انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں'' یا غوث میری مدد فرما، علی مشکل کشا'' یہ جو کلمات ہیں کہنے والا تو کہہ رہا ہے چاہے اس کی حاجت پوری ہو یا نہ ہو اس نے تو کہہ دیا اور اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی حاجت پوری کرنے والا نہیں ہے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں رام کے پجاری جو ہیں جب بُت کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر کچھ مانگتے ہیں تو ان کو وہ بُت دیتا ہے؟! یا گائے کو سجدہ کرنے والے گائے ان کو دیتی ہے گائے بیچاری جو خود بھوکی اور پیاسی ہے انتظار کرتی ہے کہ کب اسے چارہ ڈالا جائے؟! جو اُن کو بھی دیتا ہے جو اُن کی مشکل کو بھی ٹالتا ہے وہی ہر مخلوق کی مشکل کو ٹالتا ہے۔ جب یہ مسلمہ بات ہے کہ نہ بُت کچھ دیتا ہے نہ گائے کچھ دیتی ہے تو پھر ان کی عقل میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے ہیں؟! زندگی ساری مشکلوں اور پریشانیوں میں زندگی گزارتے رہے ہیں اپنی مشکل تو حل نہ کر سکے اپنی پریشانیاں دور نہ کر سکے، اپنی زندگی میں اور اس بہترین دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پریشان ہوتے ہیں، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے محراب میں قتل کر دیا جاتا ہے شہید کر دیا جاتا ہے اپنی مشکل تو دور نہ کر سکے اپنی حاجتیں پوری نہ کر سکے!

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھیجتے ہیں کہ مال غنیمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو ملا ہے کچھ لونڈیاں غلام بھی ہیں تو جا کر اپنے والد سے کہیں کہ کوئی لونڈی دے دیں تاکہ آپ کے ساتھ کوئی مدد ہو جائے (سبحان اللہ)۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جب جاتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو لونڈیاں، غلام کچھ نہیں دیتے ان کو ایک دعا سکھا دیتے ہیں کہ سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیا کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد ضرور فرمائے گا۔ کہ سونے سے پہلے تسبیحات پڑھ لیا کریں (سبحان اللہ) تسبیح "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" یہ پڑھ لیا کریں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ایک مرتبہ آنکھیں جو ہیں سرخ ہو گئیں بیماری لگ گئی آنکھوں میں اتنی شدید تکلیف تھی کہ آنکھیں کھول نہ سکتے تھے چل نہ سکتے تھے (صحیح بخاری، مسلم کی روایت ہے یہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ علی کہاں ہے بلا کر لاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے چل نہیں سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو بھیجتے ہیں دو صحابی جاتے ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لاتے ہیں چل نہیں سکتے عاجز ہیں چلنے سے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعاب مبارک اُن کی آنکھوں میں ڈالتے ہیں اُن کے لیے دعا کرتے ہیں فوراً تندرست

ہو جاتے ہیں جنگ خیبر کا میدان لگا ہوا ہے۔ اپنی مشکل دور نہ کر سکے اپنی زندگی میں اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے محتاج رہے ہیں ہمیشہ اور مرنے کے فوراً بعد مشکل کشا بن گئے ! سبحان اللہ۔

تو ایک کلمے سے ایک لفظ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور ایسی ہلاکت جس سے وہ کبھی نکل نہیں سکتا یاد رکھیں اگر توبہ نہیں کرتا تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دنیا تو ہم چھوڑ کر ہی جائیں گے اور یہ ہاتھ خالی جائیں گے یاد رکھیں، اللہ کی قسم اس ہاتھ میں ایک ریال ایک دینار ایک درہم ایک روپیہ نہ ہوگا۔ خوش قسمت وہ ہے جو دو سفید کپڑے لے کر جاتا ہے اس دنیا سے ورنہ آج اللہ تعالیٰ رحم کرے جو ہم دیکھ رہے ہیں بچوں کے جو حالات ہیں جیسا ہمارا معاشرہ ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے اب پتہ نہیں ہمارے بچے ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں ہمیں یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ کفن ہمیں نصیب ہو گا یا نہیں ہو گا اس دنیا سے ہم کیسے جائیں گے ! لیکن جو آپ کے ساتھ جائے گا وہ نہ تو بچہ جائے گا، نہ مال و دولت جائے گی، نہ آپ کا کوئی پیارا جائے گا، نہ کوئی بزنس جائے گا نہ کوئی فیکٹری جائے گی آپ کا عمل آپ کے ساتھ جائے گا۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں جنازے میں دو واپس آجاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے جو واپس آجاتی ہیں اس کا مال اور اس کے اہل و عیال (گھر والے اس کے وہاں پر چھوڑ کر آتے ہیں کہ جان چھوٹ گئی ہماری)۔ کیا رہتا ہے ؟ اس کا عمل۔ اچھی طرح سنیں کہ آپ کا عمل آپ کے ساتھ رہتا ہے جو قبر کے وقت سے لے کر پل صراط تک جب تک جنت میں نہیں جاتے یہی عمل تمہارے ساتھ ہو گا، یوں سمجھیں کہ اعمال صالحہ پر قدم رکھ کر آپ چل رہے ہیں ہر طرف ہلاکت ہے یہی عمل صالح آپ کو اٹھا کر چلتا ہے آخرت کی ہر ہولناکیوں میں یہی تمہارے ساتھ ہے، قبر کے اندر عمل صالح تمہارے ساتھ ہے، میدان محشر میں عمل صالح تمہارے سر کے اوپر سایہ بن کر رہے گا، حوض کوثر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب یہ عمل صالح لے کر جائے گا اور بدعتیوں کو تو روکا جائے گا ناں فرشتے روک دیں گے یہ عمل صالح سرٹیفکیٹ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے حوض سے آپ کو پانی پلایا جائے گا۔

پل صراط سے گزرنے میں یہی عمل صالح آپ کے ساتھ ہو گا اور جب تک آپ جنت میں نہیں جاتے عمل صالح آپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گا بلکہ جنت کے اندر بھی جب تک کہ جنت کے بلند ترین مرتبے پر فائز نہیں ہوتے تمہارا ساتھ نہیں چھوڑنے والا۔ جنت میں سب برابر تھوڑی ہوتے ہیں ناں جس کے اعمال صالحہ جتنے زیادہ ہیں اتنا درجہ بلند ہے۔

چند کلمات کہنے سے دنیا بھی گنوا دی ! دنیا تو ہم گنوا کر جائیں گے کہ نہیں ؟ دنیا کسی کی نہیں ہے ہم سب چھوڑ کر جائیں گے امیر بھی چھوڑ کر جائے گا غریب بھی چھوڑ کر جائے گا، عالم بھی چھوڑ کر جائے گا جاہل بھی چھوڑ کر جائے گا یہاں پر ہم سب برابر ہو جائیں

گے پتہ ہے ! مرنے کے بعد عالم، جاہل، غنی، فقیر، بڑا، چھوٹا سب برابر ہو جاتے ہیں کہ نہیں؟ مرد، عورت سب برابر ہو جاتے ہیں زیرو سے اسٹارٹ ہوتا ہے۔ دنیا سب چھوڑ چکے ہیں لیکن فرق کس میں ہوتا ہے ؟ اعمال میں ہوتا ہے اور اعمال بغیر صحیح عقیدے کے عمل نہیں ہوتے۔

عمل صالح کی دو شرطیں ہیں "الإخلاص لله جل شانه" (اخلاص، توحید کی بنیاد اخلاص ہے) "واتباع النبي صلى الله عليه وآله وسلم " (اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع)۔ عبادت کرنی ہے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرنی ہے، اخلاص ہے۔ کیسے کرنی ہے؟ جیسا کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے یہ اتباع ہے، یہ کامیابی کا راستہ ہے۔

آخر میں شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَلَهُمَا" (صحیح بخاری، مسلم میں) "مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله تعالىٰ عنهما" (سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں حدیث میں فرماتے ہیں (اُس روایت میں یعنی لمبی روایت ہے اس میں سے)) وہ کہتے ہیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے یہ "قَالَ بَعْضُهُمْ" (بعض لوگوں نے یہ کہا) "لَقَدْصَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا، فَأَنْزَلَ اللهُ هَذِهِ الآيَاتِ" (کہ فلان فلان ستارا جو ہے وہ مفید ثابت ہوا اور سچ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے ان آیات کو نازل فرمایا)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿٧٦﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٧﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾﴾ (الواقعۃ:75-82)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (کہ مجھے قسم ہے ستاروں کی منازل کی اگر سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، بے شک یہ قرآن مجید بہت بلند مرتبے والا ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، اُسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں، یہ ربّ العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو پھر کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی اور بے مروتی کرتے ہو اور اس کی تکذیب کرنے کو اپنا وظیفہ بناتے ہو)۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مشہور مفسر قرآن ہیں "حَبْرُ هَذِهِ الأُمَّةِ" جن کے لیے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی "اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ" کہ اللہ تعالیٰ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن مجید کی سمجھ عطا فرما۔ اِن آیات کے متعلق فرماتے ہیں ایک مرتبہ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ تارے جو ہیں وہ سچے ہیں مفید ہیں، یعنی تارے جو ہیں نفع و نقصان کے مالک ہو سکتے ہیں یہ عقیدہ تھا ان کا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کے لیے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے ان آیات کو نازل فرمایا

سورۃ الواقعۃ کی آیات کو کہ تم جو کہتے ہو تم جھوٹ کہتے ہو نفع ونقصان کی مالک صرف اور صرف ایک ہی ذات ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہو سکتا یہ تارے تو خود مخلوق ہیں اور جو خود مخلوق ہے وہ محتاج ہے اور محتاج کسی کے لیے حاجت روا نہیں ہو سکتا۔

اس اَثر میں جو اہم فوائد ہیں:

1۔اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے کہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی قسم کھانا چاہے اللہ تعالیٰ مالک ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے ۔اب یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تاروں کی قسم کھائی ہے، بعض اوقات اللہ تعالیٰ فجر کی قسم کھاتا ہے، بعض اوقات عصر کی قسم کھاتا ہے ،بعض اوقات دن کی قسم کھاتا ہے، بعض اوقات رات کی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ مالک ہے کائنات کا اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جب چاہے جس چیز کی قسم کھائے۔

2۔لیکن مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کی قسم کھائے غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، کعبہ کی قسم کھانا شرک ہے ،کسی ولی کی قسم کھانا شرک ہے، نبی کی قسم کھانا شرک ہے یہ سارے جائز نہیں ہیں۔ایمان کی قسم یا بعض لوگ کہتے ہیں امانت کی قسم یہ جتنی بھی چیزیں ہیں یہ درست نہیں ہیں۔

قرآن کی قسم کھانا جائز ہے یا نہیں؟ علماء کے دو اقوال ہیں جو قول راجح ہے میں سمجھتا ہوں کہ جائز ہے کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا بھی جائز ہے اللہ تعالیٰ کی صفت کی قسم کھانا بھی جائز ہے "القرآن كلامُ الله" اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

3۔اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو محفوظ کیا قرآن مجید کی حفاظت سے۔قرآن مجید محفوظ ہے کہ نہیں؟ محفوظ ہے، تو پورا دین محفوظ ہے۔

4۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے اور یہ رد ہے معتزلہ کا۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے مخلوق نہیں ہے بعض لوگوں کا یہ غلط عقیدہ ہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔

معتزلہ کا رد جو کہتے ہیں کہ قرآن مجید مخلوق ہے ان کا رد ہے ۔اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾، ﴿تَنْزِيْلٌ﴾ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

5۔اللہ تعالیٰ کی صفۃ العلو (بلندی کی صفت) کا ثبوت۔

تنزیل کہاں سے کیا جاتا ہے نازل اوپر سے نیچے ہوتا ہے کہ نہیں ؟اب نازل کرنے والا کہاں پر ہے ؟اوپر ہے۔اگر ہر جگہ موجود ہوتا تو پھر اوپر سے نیچے اتارنے کی ضرورت کیا تھی ؟!الا یہ کہ ایک پیغام دیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے بلندی میں ہے۔

6۔ وحدت الوجود کا رد جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ یہ غلط عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى﴾(طٰہٰ:5)(اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے)۔کما یلیق بجلالہ سبحانہ وتعالیٰ بعض لوگوں کا یہ غلط عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے وہ کہتے ہیں ہمارے پاس دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے کیا دلیل ہے ؟

ا۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ﴾(ق:16)(کہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔تو جب اللہ تعالیٰ ہر انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے پھر ہر جگہ موجود ہے کہ نہیں ؟آپ وہاں پر بیٹھے ہیں آپ کے قریب ہے،وہاں پر بیٹھے ہیں آپ کے قریب ہے، یہاں پر میرے قریب ہے تو ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

یہ بات درست نہیں ہے اور یہ دلیل بنتی بھی نہیں ہے کیونکہ قرب کا مطلب عربی زبان میں یعنی شرعی دلیل تو یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عرش پر مستوی ہے اب یہاں پر تضاد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے عرش پر بھی مستوی ہے اور شہ رگ کے قریب بھی ہوں،پہلی بات یہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں جو ہیں دو قسم کی ہیں ایک تو ہیں محکم آیات ،دوسری ہیں متشابہ آیات۔ محکم آیات کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ سنتے ہیں ایک ہی مطلب آپ کے ذہن میں آتا ہے، صرف ایک دوسرا نہیں آتا۔اب دونوں میں دیکھیں ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى﴾ عرش پر مستوی ہے دوسرا مطلب ذہن میں آتا ہے ؟کوئی معنی آتا ہے اس کے علاوہ کہ نیچے بھی ہو سکتا ہے دائیں بائیں جانب بھی ہو سکتا ہے ؟نہیں آتا ایک ہی ہے۔

لیکن ﴿نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ﴾ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور معنی بن سکتا ہے ؟ ﴿نَحۡنُ﴾ اب اگر آیت کا سیاق اور سباق دیکھیں تو:

ا۔فرشتے ہیں کہ ہم انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

۲۔قریب کا لفظ دیکھیں قریب کا معنی صرف ایک معنی رکھتا ہے یا کچھ اور معنی بھی ہیں ؟قرب میں قرب زمانی ہے، قرب مکانی ہے، قرب نسب ہے۔(عربی زبان کی بات کر رہا ہوں میں)اور قرب کے معنی میں تائید اور نصرت بھی آتی ہے۔مثال دیکھیں

آپ کہ آپ کیا لگتے ہیں اِن کے ؟ بھائی ہیں۔ یہ کہتے ہیں یہ میرا قریب ہے کیا مطلب ہے ؟اس قرب کا کیا معنی ہے ؟ رشتے داری ہے۔ لفظ کون سا ہے ؟ قریب۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾(القمر:1)۔﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾(قیامت قریب ہے) یہ قریب کون سی ہے ؟ وقت کے اعتبار سے اسے کہتے ہیں قرب زمانی۔

تیسرے نمبر پر قرب مکانی جو ہے کہ فلان میرے قریب بیٹھا ہے ، نعمت اللہ بھائی میرے قریب ہیں قریب کا کیا مطلب ہے ؟ جگہ کے اعتبار سے قریب ہیں۔

میدان جنگ میں جنگ کا قائد موبائل فون سے کہتا ہے کہ گھبراؤ نہیں میں تمہارے قریب ہوں یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ خود دور بیٹھا ہے لیکن نصرت اور مدد کے اعتبار سے میں تمہارے قریب ہوں۔

تو عربی زبان میں قرب کے معنی میں بہت سارے معنی ہیں۔اب جب ہم یہ دیکھتے ہیں جیسے سورۃ آل عمران آیت نمبر 7 میں آیا ہے کہ قرآن مجید کی دو قسم آیتیں ہیں محکم اور متشابہ ہیں تو ان دونوں میں سے محکم کون سی اور متشابہ کون سی ہے کوئی بھی عقل مند مجھے بتادے﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ یا﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾کون سی محکم کون سی متشابہ ہے ؟ محکم ہے﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ محکم آیت ہے لیکن﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾متشابہ آیت ہے۔

سوال: بھائی کا یہ کہنا ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جن کا تعلق احکام شرعیہ سے ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ سے ہے، شادی بیاہ کے معاملات ہیں۔ سبحان اللہ۔

جواب: یہ کتنی ناانصافی ہے کہ عقیدے کے امور آپ نے خارج کر دیئے سارے عقیدے کا تعلق محکمات سے نہیں ہے ؟! بنیادی طور پر عقیدے کے امور داخل ہیں محکمات ہیں اور بعد میں جو ہیں عبادات ہیں یاد رکھیں۔

شریعت تین قسم کی ہے تین حصے ہیں شریعت کے ، عقائد ہیں، عبادات ہیں، معاملات ہیں، جب عقیدہ درست نہیں ہے تو پھر نہ عبادت کام آتی ہے نہ معاملات اچھے کام آتے ہیں یاد رکھیں اور یہ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾اور جتنی آیات قرآن مجید میں (محکمات آیات) عقیدے کے متعلق ہیں آپ کو کسی اور چیز میں نظر نہیں آئے گا۔

کلمہ توحید کو دیکھیں آپ، شرک کے معاملات کو دیکھیں، توحید کے معاملات کو دیکھیں آپ اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر بیان کیے ہیں محکم آیات ہیں اور متشابہ آیات وہ ہیں اللہ تعالیٰ کا امتحان ہیں۔

اس آیت کوتدبر سے جا کرپڑھیں سورۃ آل عمران آیت نمبر 7 کی تفسیر بھی جا کرپڑھنا ترجمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اہل علم ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں وہ متشابہ کو لوٹاتے ہیں محکم کی طرف،اُن کے نزدیک کوئی فرق نظر نہیں آتا وہ عمل محکم پر کرتے ہیں۔﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ متشابہ ہے﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ محکم ہے۔اِس کو اُس پر لوٹادیا تو نتیجہ کیا نکلا؟اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے ہر جگہ موجود نہیں ہے۔

لیکن جن کے دلوں میں مرض ہے وہ کیا کرتے ہیں؟وہ متشابہ پر عمل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہی حق ہے محکم کی طرف دیکھتے نہیں ہیں اور پھر محکم کو جب سامنے آتی ہیں انہیں تبدیل کرنے کے لیے پھر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ یہ تو محکم ہیں احکام شرعیہ۔لفظ محکم ہے اس کا مطلب ہے احکام شرعیہ ہیں،احکام شرعیہ یعنی عبادات،معاملات۔

۲۔یہ بھی دوسری دلیل ہے غلط فہمی ہے یہ اُن لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے کہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سورۃ الحدید آیت نمبر 4 آپ ذکر کررہے ہیں﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾(الحدید:4)اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اسی آیت میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر مستوی ہے،ایک ہی آیت میں۔

پھر معیت کا مطلب دیکھتے ہیں آپ؟ساتھ ''مع''۔معیت کے کتنے معنی ہیں عربی زبان میں ایک معنی ہے؟ساتھ مطلب کیا کہ میں آپ کے ساتھ یعنی آپ کے ساتھ بیٹھا ہوں ہاتھوں میں ہاتھ ہے یہ مطلب ہے؟یا ساتھ کا مطلب اس سے ہٹ کر کوئی اور معنی بھی ہے؟

مثال دیکھیں آپ''سرت و القمر''(میں چلا چاند کے ساتھ)۔چاند کہاں پر ہے؟آسمان پر،اب آپ سفر کررہے ہیں۔اور عربی میں محاورہ بھی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں چلا چاند کے ساتھ،میں چل رہا ہوں چاند میرے ساتھ چل رہا ہے تو چاند آپ کے ساتھ تو نہیں ہے۔چاند کہاں پر ہے؟آسمان میں ہے۔آپ کہاں پر ہیں؟زمین میں ہیں۔

یہ تناسب زمین اور آسمان کا موجود ہے دونوں مخلوقات میں چاند بھی مخلوق ہے اور چلنے والا بھی مخلوق ہے۔تو ربّ ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ جو خالق ہے جو مالک ہے جب یہ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو پھر بعض لوگوں کا ذہن کیوں دوڑتا ہے اس طرف کہ ہمارے ساتھ قرب مکانی ہے کہ جگہ میں ہمارے ساتھ ہے ہر جگہ موجود ہے؟!جب چاند کے لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چاند آسمان میں ہے،سورج میرے ساتھ ہے اور سورج آسمان پر کھڑا ہے میرے ساتھ ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ہوسکتا ہمارے ساتھ جب وہ عرش پر مستوی ہو ساتھ نہیں ہوسکتا؟!ساتھ ہوسکتا ہے۔

پھر میدان جنگ میں ایک قائد کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پیچھے نہ ہٹنا۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا ہے یا اپنے آفس میں بیٹھا ہے اور فون کے ذریعے فوجیوں کو کہہ رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

آپ مکہ میں جاتے ہیں آپ سے ملاقات ہوتی ہے کیا حال ہے خیریت ہے آپ کس کے ساتھ آئے ہیں؟ آپ کہتے ہیں کہ میں فیملی کے ساتھ ہوں۔ آپ تو اکیلے ہیں فیملی کہاں ہے فیملی تو ہوٹل میں انتظار کر رہی ہے یا حرم کے اندر نماز پڑھ رہی ہے۔

تو ساتھ کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے ہوتا کہ جگہ کے اعتبار سے آپ کے ساتھ ہو، ساتھ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جگہ کے اعتبار سے بھی ساتھ ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے ہٹ کر بھی دوسرے معنی ہوتے ہیں یہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

مسئلہ پتہ ہے کیا ہے کہ بعض لوگ عقیدہ پہلے بنا لیتے ہیں پھر دلیل ڈھونڈتے ہیں جہاں پر کوئی بات انہیں مل جائے اسے دلیل بنا دیتے ہیں بغیر سوچے سمجھے۔ یعنی ایک آیت پر آپ عمل کر رہے ہیں دوسری آیت کو کیوں چھوڑ دیا؟ اب اس آیت پر عمل کیسے کر سکتے ہیں ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟! اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے جو بنیادی عقائد ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے ہر جگہ موجود نہیں ہے۔ یہ صوفیوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ ناموں میں تبدیلی ہوئی ہے صوفیوں نے لوگوں کے عقائد بھی تبدیل کر دیئے۔ واللہ أعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (062.کتاب التوحید) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio